Research Journal Tahqeeqat
جلد:4، شمارہ:2، 2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

پیرل زبیرانی: براہوئی شاعری میں منظر نگاری کے امام

A Peeral Zubairani: The Master of scenography in Brahui Poetry

Dr. Hafeezullah Sarparra
Lecturer Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad
Muhammad Younas
Senior Instructor, Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad
Muhammad Imran
Senior Instructor, Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad

ڈاکٹر حفیظ اللہ سرپرّہ
لیکچرار شعبہ پاکستانی زبانیں، نمل، اسلام آباد
محمد یونس شیرپاؤ
سینیئر انسٹرکٹر شعبہ پاکستانی زبانیں، نمل، اسلام آباد
محمد عمران
سینئر انسٹرکٹر شعبہ پاکستانی زبانیں، نمل، اسلام آباد

Abstract

This research article explores the unparalleled contribution of Pir Mohammad Piral Zubairani as the foremost poet of nature and scenography in Brahui literature. Zubairani stands out as a pioneering literary figure who masterfully captures the diverse landscapes, changing weathers, majestic mountains, blooming gardens, and vibrant sceneries of Balochistan in vivid poetic detail. Through his refined aesthetic sense and acute observational power, he transforms natural elements into central motifs of expression rather than mere backdrops. The study reveals how Zubairani's poetry, deeply rooted in the geography and spirit of Balochistan, sets a new standard in the artistic depiction of environment within Brahui verse. His poetic imagery not only mirrors the external world but also conveys a deep emotional and cultural resonance. By analyzing his major poems, this paper positions Zubairani as the leading voice of ecological and scenic representation in Brahui literature, whose work has expanded both the thematic depth and visual richness of the modern Brahui ghazal.

Keywords: *Brahui poetry, Piral Zubairani, Nature imagery, Spring, landscape, Balochistan, Season.*

کلیدی الفاظ: براہوئی شاعری، پیرل زبیرانی، فطرت کے مناظر، بہار، زمینی مناظر، بلوچستان، موسم

پیرل زبیرانی براہوئی جدید شاعری کا ایک منفرد اور درخشندہ نام ہے۔ اُن کی شاعری، بالخصوص براہوئی غزل، فطرت نگاری اور منظر نگاری کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ براہوئی شاعری کے ارتقائی مراحل میں پیرل زبیرانی ایک ایسی آواز بن کر اُبھرے جس نے اپنی منفرد فکر، جمالیاتی حس، اور دلکش آہنگ کے ذریعے براہوئی شاعری کو ایک نیا رخ عطا کیا۔ اُنہوں نے فطرت کے رنگ، خوشبو اور مناظر کو اس خوبصورتی سے شعری پیکر میں ڈھالا کہ براہوئی غزل کی دامن میں ایک نئی وسعت پیدا ہو گئی۔ پیرل وہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے براہوئی شاعری میں فطرت نگاری کو شعوری طور پر متعارف کرایا۔ اُنہوں نے اپنے مشاہدات کو جزئیات کے ساتھ منظوم کیا اور اس طرح براہوئی غزل کو محض داخلی جذبات کے اظہار سے نکال کر فطرت کے حسن سے ہم آہنگ کر دیا۔

پیرل زبیرانی ایک پیدائشی تخلیق کار تھے۔ اُن کا یہ فطری میلان انہیں علم و ادب کے ماحول کی جانب لے گیا جہاں اُنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا شعور حاصل کیا۔ اپنے احساسات و جذبات کی ترجمانی کے لیے شاعری کو اظہار کا وسیلہ بنایا اور اس میں فطرت کے رنگ، مناظر اور

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

جذبات کی آمیزش سے براہوئی شاعری کو نئی روح عطا کی۔ نامور ادیب اور قانون دان ڈاکٹر صلاح الدین مینگل پیرل کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر پیرل کی شاعری قومی ہے تو وہ قوم کو بیدار کرتی ہے۔ اگر وطن کی شاعری ہے تو وہ اپنی سرزمین کے مناظر کو اتنے دلکش انداز میں پیش کرتا ہے کہ قاری لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر شے کی قدر و قیمت اور صفت کو بیان کر کے اس کا مقام واضح کرتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کی ترجمانی براہوئی زبان کے ان خوشبودار الفاظ سے کرتا ہے جو قاری کے ذہن کو معطر کر دیتے ہیں اور ضمیر کو توانائی بخشتے ہیں۔ خواہ وہ خانہ بدوشی کی جھلک ہو یا بہار و برسات کے مناظر، وہ اپنی وادی کے احوال کو اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ میں نے دل سے اسے براہوئی کا 'ورڈزورتھ' کہہ دیا ہے۔"(1)

پیرل زبیرانی نے بچپن ہی سے خانہ بدوش زندگی گزاری، جس نے اُن کی طبیعت میں فطرت سے گہرا تعلق پیدا کیا۔ یہی تعلق اُن کی شاعری میں جگہ جگہ جھلکتا ہے۔ اُنھوں نے اپنے علاقے کی فطری خوبصورتی، حسن و جمال اور اصل رنگوں کو اپنے اشعار میں پیش کیا ہے، جو اُن کے فطری ذوق، گہرے مشاہدے اور جمالیاتی شعور کا مظہر ہے۔ پیرل کے منتشر اشعار کو کتابی صورت میں یکجا کرنے والے معروف براہوئی محقق و ادیب ڈاکٹر علی احمد شاد اُن کی شاعری کو تین نمایاں حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

"پیرل زبیرانی نے قدرت کی فیاضی، زندگی کے ہر احساس، اور قومی شعور کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اُن کی شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (I) فطرت کا رنگ و جمال، (II) عرفانِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ، اور (III) قومی شعور کا اظہار۔"(2)

پیرل نے غزل، نظم اور مثنوی میں طبع آزمائی کی، تاہم اُن کا زیادہ تر شعری سرمایہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ وہ ایک قادر الکلام اور فطری شاعر تھے، اس لیے نظم اُن کے خیالات کے اظہار کے لیے ایک موزوں اور مؤثر صنف ثابت ہوئی۔ اگرچہ غزل ایک محدود اور داخلیت پسند صنف سمجھی جاتی ہے، پیرل نے اس صنف میں بھی اپنے فطری مشاہدے اور جمالیاتی احساس کو بخوبی برتا اور غزل کو ایک نیا رنگ عطا کیا۔ اُنھوں نے غزل کے دامن کو فطرت کے رنگین پھولوں سے مزین کر دیا۔

نظم چونکہ اظہار کے لیے زیادہ کشادگی اور آزادی فراہم کرتی ہے، اس لیے پیرل کی شعری صلاحیتیں اس صنف میں زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔ اُن کی نظموں میں براہوئی لوک روایت کا آہنگ، فطری رنگ، مناظر کی مصوری، استعارات کا استعمال اور سرزمینِ وطن کے ساتھ عشق کی جھلک جابجا دکھائی دیتی ہے۔ اُن کی ہر نظم گویا براہ راست فطرت سے گفتگو کرتی محسوس ہوتی ہے۔

پیرل زبیرانی کی نظم "موسم ناکُلو" (موسم کا پیغام) اُن کی فنی مہارت، شعری جمالیات اور فطرت سے قربت کا خوبصورت مظہر ہے۔ یہ نظم صرف ایک موسمی تغیر کی عکاسی نہیں بلکہ ایک مکمل جمالیاتی تجربہ ہے، جو قاری کو فطرت کے حسن سے روشناس کرواتی ہے۔ پیرل زبیرانی کی شاعری دراصل براہوئی ادب میں فطرت نگاری، داخلی و خارجی مشاہدات، اور قومی شعور کی حسین آمیزش ہے۔ وہ شاعر جس نے براہوئی غزل کو داخلی جذبات سے نکال کر منظر نگاری کی وسعتوں سے ہمکنار کیا، اُس کی ادبی خدمات آنے والی نسلوں کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔ پیرل کے اس طویل نظم کے دو بندیوں ہیں:

عرشِ آکُلھو بُرڑزانے   خَرّن ہَر جہامیدانے
چتّرِ بَخملی تالانے   موسم بَسُّے جوان اِنگا
بُوچاتِن دَمس شانگا

ہورہ چیلکو مُچاتون　　　　برفاک پیہُنا پچاتون
خَرّس خَرُّسی بچُاتون　　　　موسم بَتُّے جوان اِنگا
بُوچاتِن دُمس شانگا　　　(3)

پیرل زبیرانی کی فطرت نگاری اور منظر کشی کا کمال اُن کی نظموں میں اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نظم، غزل کے مقابلے میں، خیال کی ترسیل کے لیے زیادہ وسعت، آزادی اور فنی چاشنی فراہم کرتی ہے۔ نظم میں شاعر کو نہ صرف الفاظ کے انتخاب میں وسعت میسر آتی ہے بلکہ خیالات اور مناظر کو مکمل جزئیات کے ساتھ پیش کرنے کا موقع بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیرل کی نظمیں پڑھتے ہوئے قاری کے دل سے بے اختیار داد و تحسین کے کلمات "واہ واہ!"، "سبحان اللہ!" — نکلتے ہیں۔

اُن کی نظم "داسابرک" (اب آجا) میں فطرت نگاری کی ایسی گل پاشی کی گئی ہے، اور مناظر کی ایسی دلکش تصویر کشی کی گئی ہے، جس کی نظیر براہوئی شاعری میں کم ہی ملتی ہے۔ اس نظم میں شاعر نے فطرت کے بدلتے رنگ، موسم کی لطافتیں، اور مناظر کی جمالیاتی روح کو اس قدر خوبصورتی سے شعری قالب میں ڈھالا ہے کہ قاری خود کو ان مناظر کا حصہ محسوس کرتا ہے۔ "داسابرک" محض ایک نظم نہیں، بلکہ ایک بصری و جذباتی تجربہ ہے جو فطرت کی لطافتوں، زمین کی مہک، اور موسم کی سرگوشیوں کو قاری کے دل میں اتار دیتا ہے۔

یہ نظم پیرل کی مشاہداتی گہرائی، فنی چابکدستی، اور فطرت سے والہانہ تعلق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ موسم کے اصل رنگ، ہوا کی خوشبو، درختوں کی سرسراہٹ، اور زمین کی طراوت کو جس باریکی سے اُنہوں نے بیان کیا ہے، وہ اُن کے اعلیٰ شعری ذوق اور تخلیقی بلندی کا مظہر ہے۔ "داسابرک" دراصل اُن کے اندر کے مصورِ فطرت کا شاہکار ہے، جو لفظوں سے مناظر کی ایسی تصویریں بناتا ہے کہ دل اور آنکھ دونوں محظوظ ہو جاتے ہیں:

میدان دھمان پُر بہار جھمرک اریر کوہان خلوک
اینو اریر دا باغتی ہم بلبلاک چِڑچِڑ کروک
گوارخ نا بامُس پُر دِترو گُل گلاپ غُنچی کروک
چینکاک اریر پُوشکُن گُدی نیلو فراک نیلی مروک
داسابرک ایلم کنا داسابرک اڈاکنا
اینو بہ کین نن دو لخی دستی بِنِن چالالہ نا (4)

شاعرِ بہار، پیرل زبیرانی نے جہاں غزل اور نظم میں فطرت نگاری، منظر کشی اور فکری بلندیوں کے جلوے بکھیرے، وہیں مثنوی جیسی نسبتاً کم برتی جانے والی صنفِ سخن میں بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ مثنوی میں بھی وہی رنگ، وہی آہنگ اور وہی فکری بلندی نظر آتی ہے۔ یہاں بھی اپنی مخصوص اندازِ بیان، منظر نگاری اور جذبۂ حب الوطنی کو برقرار رکھا ہے۔ اُن کی مثنوی "بش مہ! ساکر" (اُٹھو! جاگو!) ایک خوبصورت مثال ہے، جس میں وہ اپنے وطن کے دلکش مناظر کو نہایت مؤثر اور شعور انگیز انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یہ نظم صرف فطرت کا بیان نہیں بلکہ ایک بیداری کا پیغام ہے ایک دعوتِ فکر ہے کہ لوگ اپنی زمین کے حسن کو پہچانیں، اس سے لطف اندوز ہوں، اور پھر اسی جذبے کے ساتھ آگے بڑھیں۔

"بش مہ! ساکر" دراصل ایک مثالی تخلیق ہے، جو فطرت نگاری کو قومی شعور کے ساتھ جوڑتی ہے۔ پیرل زبیرانی نے اس مثنوی میں نہ صرف وطن کے خوبصورت مناظر کو شعری قالب میں ڈھالا ہے بلکہ اپنی قوم کو سستی و غفلت سے نکال کر بیداری اور فطرت کے حسین مناظر سے لطف

اندوز ہونے کی جانب بلایا ہے۔ مثنوی کی اس فکری و جمالیاتی آمیزش نے پیرل کو براہوئی ادب میں ایک منفرد مقام عطا کیا ہے:

بَش مہ سماکر، ہے کر قطارے — موسم ہتم ناپُر لالہ زارے
گو اڑخ ناپُھلاک باء پُر سَلو کو — صد ناز لاڈٹ نیکن ہُر وکو
خَل گام ورنا مُستی اِننگ کِن — لانچہ نی دُوتے گو اڑخ بِننِگ کِن
سنگت و سیالاک مُستی اِنو کو — پُھلاتے نے آن مُستی بنو کو
خَن تن مَلہ زُو، کَپّہ نی سُستی — آلُم پَد یکو مَس نے آن مُستی
محبل کہِ لوکے نیم نن سحارا — زُو سَر کَہ تینے دشت و دیارا
ہَر کَس کہ اینو خاچوک مَروئے — پُھلّے ہتم نا اوِ بنِرَوئے
دے کو ہتم ناپُھلا تاوختے — بُرڑاکَہ مولا خاچو کا بَختے (5)

پیرل زبیرانی نے اپنی شاعری، بالخصوص غزلوں میں، بہار کو نہ صرف موسموں کا میر و سردار قرار دے کر اس کے ہر رنگ، ہر خوشبو اور ہر دلآویزی کو انتہائی باریک بینی اور مکمل جزئیات کے ساتھ منظوم کیا ہے۔ اُن کا قلم جب بہار کے جلووں کو چھوتا ہے تو وہ محض گل پاشی نہیں کرتا بلکہ ایک ایسا منظر نامہ تخلیق کرتا ہے جس میں فطرت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ اگرچہ بہار ان کی شاعری کا مرکزی موضوع رہا ہے، تاہم اُنھوں نے اپنے وطن کی سرزمین، پہاڑوں، وادیوں، دشت و میدان، باغ و گلستان، اور بالخصوص گلِ لالہ جیسے مناظر کو بھی غیر معمولی مہارت سے شعری قالب میں ڈھالا ہے۔ پیرل زبیرانی کی شاعری در حقیقت فطرت کے جمال، رومانویت، اور قومی شعور کی حسین آمیزش ہے، جہاں ایک طرف موسموں کی دلکشی ہے تو دوسری جانب زمین کی حقیقت اور اس سے جڑی محبت۔

شاعرِ بہار پیرل کی شاعری میں فطرت نگاری اور منظر کشی کے ایسے دلکش، پُر معنی اور پُر تاثیر نمونے موجود ہیں جو براہوئی ادب میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کی شاعری صرف خوبصورتی کی عکاسی نہیں بلکہ جذبات کی گہرائی اور احساس کی صداقت کا بھی آئینہ دار ہے۔ اگرچہ فنی لحاظ سے کہیں کہیں معمولی کمزوریاں نظر آتی ہیں، مگر فکری بلندی، مشاہداتی گہرائی اور جمالیاتی احساس اُن کی شاعری کو ایک خاص مقام عطا کرتا ہے (6)۔

پیرل جب بہار کی آمد کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو وہ یکدم بے خود ہو جاتے ہیں اور قدرت کی رنگینیوں میں اس طرح کھو جاتے ہیں جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے جلووں میں ڈوب جائے۔ اُن کی غزلوں اور نظموں میں بہار کا بیان ایک جمالیاتی تجربہ بن کر قاری کے دل کو چھو جاتا ہے۔ وہ ہر غزل کو فطرت کے کسی حسین منظر سے شروع کرتے ہیں اور بہار کی کیفیات کو اس انداز سے شعری قالب میں ڈھالتے ہیں کہ ہر شعر الگ، مکمل اور معنی خیز وحدت بن جاتا ہے۔ پیرل کی غزلوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ مطلع سے بہار کے رنگوں کا تذکرہ چھیڑتے ہیں اور ہر شعر میں اُس کے کسی نہ کسی پہلو کو دلنشین پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔ اکثر اوقات وہ غزل کے آخر میں اپنی داخلی کیفیات، احساسات اور جذبات کو بھی شامل کر کے شعر کو زندگی کی گہرائی سے جوڑ دیتے ہیں۔ ایک غزل میں وہ بہار کی آمد کا ذکر اس قدر خوبصورت اور مؤثر انداز میں کرتے ہیں کہ گویا قاری خود اس بہار کا لمس محسوس کرنے لگتا ہے:

بے تاب مفیس بُلبل چابس بہار ولدا
داغاتے ہُسوِکنگا گو اڑِک کہ تخار ولدا
ہر جاگہ ارے خرن درختاک بھرم بڑاو

ڈہن بس ہتم ولدا اُستاک سُرارولدا (7)

پیرل زبیرانی کی شاعری کا ایک نمایاں اور دلکش پہلو اُن کا تشبیہات و استعارات کا حسین استعمال ہے۔ وہ فطرت کے مناظر کو صرف بیان نہیں کرتے، بلکہ انہیں شعری تخیل اور علامتی زبان کے ذریعے ایک نئی معنویت بخشتے ہیں۔ اُن کی زبان میں فطرت صرف ایک منظر نہیں بلکہ ایک جذبہ، ایک پیغام اور ایک احساس بن کر ابھرتی ہے۔

وہ سبزہ زاروں کو مخملی پوشاک سے تشبیہ دے کر نرم و نازک لمس کو محسوس کرواتے ہیں، پہاڑوں پر جمی سفید برف کو دستار کہہ کر انہیں وقار اور عظمت کی علامت بنا دیتے ہیں، اور بارش کے بعد پہاڑی ندیوں میں بہتے پانی کو چاندی سے تشبیہ دے کر اُس کے چمکدار، چنچل اور خالص حسن کو اجاگر کرتے ہیں۔ اُن کے یہاں بادلوں کو آوارہ مسافر، ٹھنڈی ہوا کو نرم گیت اور گلِ لالہ کو دلِ عاشق کے جذبات سے جوڑ دینا عام بات ہے۔ ان تشبیہوں اور استعارات کے ذریعے پیرل نہ صرف فطرت کو جاندار اور بولتی ہوئی بنا دیتے ہیں بلکہ قاری کو اُس منظر کا حصہ بھی بنا دیتے ہیں۔ ان کی شاعری پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے جیسے الفاظ فقط معنی نہیں، بلکہ رنگ، خوشبو، لمس اور احساس بھی رکھتے ہیں۔

پیرل زبیرانی کے ان شعری حربوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف فطرت کے عاشق تھے، بلکہ لفظوں کے فنکار بھی تھے، جو اپنے مشاہدے کو تخیل کے کینوس پر اس خوبصورتی سے منتقل کرتے تھے کہ قاری نہ صرف دیکھتا ہے، بلکہ محسوس بھی کرتا ہے:

پھر دسے نوکاپ دِیرے دنکہ چاندی نادریا
چھُر و شیلہ پُرءُ دِیر آں رود جاری دے وِنن (8)

پیرل زبیرانی کو بہار سے ایک گہرا اور دلی لگاؤ ہے۔ ایسا جذباتی رشتہ جو صرف موسم کی تبدیلی نہیں بلکہ دل کی کیفیات کا آئینہ دار بھی ہے۔ اُن کی شاعری میں جب بہار کی آمد کا ذکر ہوتا ہے تو وہ محض فطری مناظر کی تبدیلی کا بیان نہیں بلکہ خوشی، مسرت، اُمید اور حیاتِ نو کا بھرپور اظہار بن جاتا ہے۔ بہار کی آمد اُن کے لیے جشنِ فطرت کا موقع ہوتا ہے، اور وہ اسے پُرجوش انداز میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ پیرل بہار کی موجودگی کو زمین کی زینت اور حیاتِ نو کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں، جبکہ اُس کی غیر موجودگی میں وہ زمین کی ویرانی، خشکی، پژمردگی اور اداسی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ وہ زمین کو ایک ایسے منتظر عاشق کے طور پر پیش کرتے ہیں جو بہار کے قدموں کی چاپ کو ترس رہا ہو، اور اس کی آمد کے لیے بے قرار و پُر اشتیاق ہو۔

یہی منظر پیرل کی مصورانہ صلاحیت اور شاعرانہ تخیل کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ وہ محض موسمی تبدیلی کو بیان نہیں کرتے بلکہ اس میں جذبے کی شدت، تخیل کی پرواز، اور جمالیاتی شعور کو اس مہارت سے سمیٹتے ہیں کہ قاری نہ صرف مناظر کو دیکھتا ہے، بلکہ اُنہیں محسوس بھی کرتا ہے۔ اُن کی یہ صلاحیت انہیں محض ایک شاعر نہیں، بلکہ فطرت کا عاشق اور مصورِ احساس بنا دیتی ہے، جو زمین کے چہرے پر بہار کی مسکراہٹ کو لفظوں میں قید کرنے کا ہنر رکھتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

نے بخیرٹ او ہتم بر موسما تا میرنی
سیل نا بر موسے داز و کہ داسا دِیرنی
بش کہ پھلان سنجدا تا مِسک نا گندے بہ
نی
تاج بیرف گل گلابے کر تا تخت آمیرنی

ناکسر ناچاری ءُ دا پھل پنّاک باغ نا
بررسیفگ سَر ہتم نامُدز یبا میرنی(9)

براہوئی شاعری میں بہار کے منتظر ماحول کا منظر اور بہار کی آمد کے ساتھ اُس کے رنگ و نور، حسن و جمال اور سرشاری کا جو شعری اظہار ملتا ہے، وہ پیرل زبیرانی کی غزلوں کا خاصہ ہے۔ اُن کی غزلیں صرف موسم کے بیان تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ وہ بہار کو ایک جیتی جاگتی شخصیت، ایک محبوب، ایک مہمان کی مانند خوش آمدید کہتے ہیں، اور اُس کے انتظار میں تڑپتے ہوئے باغ و گلستان، ہر پھول، ہر شاخ اور ہر کلی کی حالت کو نہایت لطیف انداز میں پیش کرتے ہیں۔

پیرل کی یہ شاعری ہمیں فطرت سے ایک جذباتی تعلق کا احساس دلاتی ہے۔ وہ بہار کی آمد سے قبل اداس مناظر، بے رنگ فضائیں، اور خاموش زمین کی عکاسی یوں کرتے ہیں کہ قاری خود کو اس خاموشی اور سناٹے میں محسوس کرتا ہے۔ اور جب بہار آتی ہے، تو اُس کے ساتھ پیرل کے الفاظ میں رنگ، روشنی، خوشبو، اور نغمگی کا سیلاب اُمڈ آتا ہے۔ پیرل زبیرانی کی غزلوں میں بہار کو ایک منتظر فطری ماحول کے ساتھ اس انداز میں جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے کہ درخت، پھول، باغات، سب مل کر بہار کو خوش آمدید کہتے نظر آتے ہیں۔ اُن کا ہر شعر ایک منظر نامہ ہوتا ہے جس میں قاری صرف پڑھتا نہیں بلکہ اس منظر کو دیکھتا، محسوس کرتا اور اس میں کھو جاتا ہے:

او تہو صحبی سلام ِسَر کہ ہَندانی کنا
دَر ہمیرڑے کر شَنکی کُٹ سے دا پھل انا
اُست انا غُٹی مِلنگا نرگس و گل لالہ نا
خوشی ئاں لُڈیرہ ماپک زامُر اتا ولّنا
باغ نا ہَر کُنڈ کُنڈاں گھوش خوشنگا بَشے
شمب محَکِ پَن محکِ لاڈ لوڈے
پھلّن(10)

پیرل زبیرانی کی غزلوں میں منظر نگاری کا کمال اپنی مثال آپ ہے۔ جب وہ بہار کا ذکر کرتے ہیں، تو محض ایک موسمی کیفیت بیان نہیں کرتے، بلکہ قاری کو نرمی سے گلستان کے اندر لے جا کر، اُسے ایک ایک منظر کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔ وہ غزل کے شعروں میں یوں رنگ بھرتے ہیں کہ ہر سطر ایک جیتا جاگتا منظر بن جاتی ہے، اور قاری خود کو ان مناظر کے عین بیچ میں موجود اور ہم رنگ محسوس کرتا ہے۔ پیرل کی غزل قاری کے ذہن میں ایک دلکش بصری تجربہ پیدا کرتی ہے۔ ایک ایسی دنیا، جہاں ہر پھول کھلا ہے، ہر رنگ دمک رہا ہے، ہر خوشبو رقص کر رہی ہے۔ وہ گلستان کی نہ صرف وسعت دکھاتے ہیں بلکہ اس کے نقوش، خوشبو، چمک اور زندگی کو شاعرانہ پیرائے میں قاری کے احساس میں اتار دیتے ہیں۔

پیرل کی شاعری کا یہ خاصہ ہے کہ وہ محض بیان نہیں کرتے، بلکہ منظروں کو برتتے ہیں، اُن میں سانس لیتے ہیں اور قاری کو بھی اُس میں شریک کر لیتے ہیں۔ بہار کے ہر پہلو کبھی چہکتے پرندے، کبھی ہنستی کلیاں، کبھی شبنم سے نکھرا سبزہ سب پیرل کے الفاظ میں ایک زندہ حقیقت کی صورت ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں فطرت سے محبت، قربت اور احترام کا جو لطیف جذبہ جھلکتا ہے، وہ قاری کے دل کو چھو جاتا ہے۔ ہر شعر ایک تصویر، ہر تصویر ایک جذبہ، اور ہر جذبہ ایک لطیف پیغام بن کر دل و دماغ کو معطر کر دیتا ہے۔ یہی پیرل زبیرانی کی منظوم مصوری کا اصل کمال ہے، جو براہوئی غزل کو ایک بصری اور جذباتی تجربہ بنا دیتا ہے:

بش مہ شاعر شعرنی پا، بُسُونے ہُرواہتم
گہوش خوشے مُدخوشے بُسُونے پھلاہتم
مشتنے آتالان خیری بخملی آخرُن آ
کُل کِن تاچُچ جوانوہیسونے زیباہتم
پیرل اندن مہرواں اللہ مرے ناباٹغا
چاہتم نے آبرے دُن بسونے پُھلاہتم (11)

پیرل زبیرانی بہار کا دیوانہ ہے ایسا دیوانہ جو بہار کی آمد پر محض خوش نہیں ہوتا بلکہ سرشار ہو جاتا ہے۔ وہ بہار کے ساتھ ایسا والہانہ تعلق رکھتا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کو مدتوں بعد پالے۔ بہار کے آتے ہی اُسے ہر سمت پھول، ہر منظر گلستان، اور ہر جھونکا خوشبو کا پیامبر محسوس ہوتا ہے۔ وہ قدرت کے حسین مناظر میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ دنیاومافیہا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ہر کلی، ہر گُل، ہر رنگ، اور ہر خوشبو اُسے اس شدت سے لبھاتی ہے کہ وہ دیوانہ وار اُنہیں گلے لگانا چاہتا ہے، اُن کی آغوش میں خود کو بھول جانا چاہتا ہے۔ یہ فقط ایک ظاہری کیفیت نہیں بلکہ پیرل کی شاعری میں جھلکنے والی روحانی سرشاری، جمالیاتی حساسیت اور فطرت سے بے پناہ محبت کا عملی اظہار ہے۔ وہ بہار کو صرف موسم نہیں بلکہ جمال، زندگی، امید اور وجدانی سچائی کے طور پر دیکھتا ہے۔

پیرل کی ایک غزل میں بہار سے یہ محبت اور دیوانگی اس شدت سے جھلکتی ہے کہ قاری محسوس کرتا ہے جیسے خود وہ بھی پھولوں کے درمیان کھڑا ہو، کلیاں اُس سے ہمکلام ہوں، اور فضا اُس کے لیے گنگنارہی ہو۔ یہ غزل بہار کی دیوانگی کا صرف بیان نہیں بلکہ ایک جذباتی تجربہ ہے جس میں شاعر کی رُوح پوری فطرت میں گھل مل جاتی ہے:

کنازیب جان موسے پھلّنا کنا پھل برک بَردمے بُھلّنا
برک کان بہ سیلامَش ءُکوچہ نامَش وکوچہ کل گُلشنے پُھلّنا
ہتم بس پھلاک سَرہَلکو چا بوکان خَنن لشکرے بُھلّنا
بشہ برکہ پیرل ہتم نادمے بہ کاں دُولخی کِن ہمے بُھلّنا (12)

پیرل زبیرانی نے اپنی شاعری میں جن بہاروں کی منظر کشی کی ہے، وہ نہ صرف دلکش اور رنگین تھیں بلکہ فطرت کی وہ اصل، سادہ، اور خالص شکل تھیں جو آج کے موسموں میں مفقود ہوتی جارہی ہے۔ موسمیاتی تبدیلی، ماحولیاتی عدم توازن، اور انسانی مداخلت کے باعث آج کا بلوچستان وہ بلوچستان نہیں رہا جس کی بہاریں کبھی پورے علاقے کو سرسبز، گلزار اور خوشبودار بنادیا کرتی تھیں۔ پیرل اُس دور کا چشم دید گواہ تھا جب بہار حقیقتاً ایک زندہ تجربہ تھی، زمین کے چہرے پر تبسم کی صورت تھی، اور فطرت کی خاموش زبان میں محبت کا گیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری میں بہار محض ایک موسمی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک مکمل منظر، ایک جذبہ، ایک فکری اور جمالیاتی تجربہ بن کر سامنے آتی ہے۔

پیرل کی شاعری دراصل بلوچستان کی فطرت کی تاریخی دستاویز ہے۔ ایسا ادبی خزانہ جس میں اُس زمانے کے بہاروں کے حقیقی رنگ، خوشبو، سرسبزی اور روانی اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ محفوظ ہیں۔ وہ بہار کو اپنی سرزمین پر پھیلتی ہوئی سبز چادر، گل وگلاب کی اصل خوشبو، اور وادیوں میں جھومتے پھولوں کے منظر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ پیرل کی شاعری ہمیں اُس فطری جمال کی یاد دلاتی ہے جو اب محض یاد بن کر رہ گئی ہے۔ اُن کی غزلوں اور نظموں میں بہار پورے بلوچستان کو ایک چمن میں بدل دیتی ہے، جہاں ہر پھول اپنی شناخت، ہر رنگ اپنی چمک، اور ہر

جھونکا اپنی تازگی کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ پیرل کی یہ بہاریں نہ صرف ان کی شاعری کا حسن ہیں بلکہ بلوچستان کے ماضی کی وہ تصویریں ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے ادبی آئینہ اور جمالیاتی ورثہ ہیں:

سَرہتم چاخرُنی ناکاٹمے — گل گلاپے ہُر چمن ناکاٹمے
جِنّ جنّا پھل زیباک الکُسر — گواڑخ بندا گل جَنّ ناکاٹمے
سَرہتم تِس زندو بُودس عالمے — بش کرے ہَر بوچ وپَن ناکاٹمے
پھر دسے نوکاپ ناشرّارہءِ — ہَلک سِلّا کُل وطن ناکاٹمے (13)

بہار محض زمین کی سرسبزی کا پیغامبر نہیں، بلکہ وہ کائنات کی ہر شے میں نئی روح پھونکنے والا موسم ہے۔ یہ موسم درختوں کو نئی شادابی عطا کرتا ہے، پھولوں کو حسن، رنگ، خوشبو اور لطافت سے نوازتا ہے، اور اُنہیں قابل دید و پرکشش بنا دیتا ہے۔ ہر کلی ایک تبسم، ہر شاخ ایک بازو، اور ہر پھول ایک پیام بن کر بہار کی آمد کا اعلان کرتا ہے۔ بہار صرف پودوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ پرندوں کے لیے بھی نغمگی اور سرشاری کا موسم ہے۔ وہ درختوں کی شاخوں پر نغمے بکھیرتے ہیں، آسمان میں پرواز کے ساتھ خوشی کے گیت گاتے ہیں، اور یوں فطرت کا ہر گوشہ موسیقیت سے بھر جاتا ہے۔ بہار کائنات کو جیسے نیند سے جگاتی ہے—ہر شے کو نئی تازگی، نئی زندگی اور نئی توانائی کا احساس دلاتی ہے۔ اور یہی احساس جب انسان کے دل میں اُترتا ہے تو وہ بھی زندگی کے حسن کو محسوس کرنے لگتا ہے، امیدوں کی کلیاں اُس کے باطن میں کھلنے لگتی ہیں، اور وہ فطرت کی ہم آہنگی میں خود کو شامل پاتا ہے۔

یہ تمام رنگینیاں، مناظر، احساسات اور کیفیات پیرل زبیرانی کی غزلوں میں نہایت خوبصورتی، نرمی اور سچائی کے ساتھ شعری قالب میں ڈھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اُن کے اشعار میں بہار صرف منظر نہیں، بلکہ محسوسات کا جشن ہے؛ وہ بہار کو ایک زندہ وجود کی صورت بیان کرتے ہیں جو زمین، فضا، پرندوں، درختوں اور انسان کے دل تک رسائی رکھتا ہے۔ پیرل کی غزلوں میں بہار محض ایک موسم نہیں بلکہ زندگی کا جشن، امید کی نوید، اور فطرت کے زندہ ہونے کا اعلان ہے۔ ان کی شاعری میں بہار کا ہر رنگ، ہر آواز اور ہر احساس موجود ہے—اور یہی اُن کے فن کی اصل طاقت ہے:

دہن چاکہ بس گواڑخ تینے ہمپینے ہر جالال ٹی
خن تے پٹیرہ گلاب و گواڑخاک ہم دے وکپ ئس سال ٹی
مُدخوشے ہم ہتم ناگھوش صحبی ہم ہنینے باغ وپھلا تادمے
بلبلا تاچُلُلے سَر صحب توچوٹوک گِدِڑک مُسر بُرُزابال ٹی
بش کرے دامُدو موسم ہر اسہ سہدار وساسیءِ تُغان
ساہ شاغابُوچ و بُھنڈی درخت ناہَر تاک وپَن ہَر ٹال ٹی (14)

پیرل زبیرانی نے فطرت کے حسن میں آنکھ کھولی، اسی میں جوانی دیکھی اور اسی کے آغوش میں اپنے فنی شعور کو جِلا بخشی۔ اُن کی شاعری محض خیالی تصویریں نہیں بلکہ جیتی جاگتی فطرت کی وہ تصویریں ہیں جو اُن کے مشاہدے اور تجربے سے نکھر کر سامنے آئی ہیں۔ وہ صرف فطرت کے مناظر بیان نہیں کرتے، بلکہ اُنہیں ایسے اسلوب میں ڈھالتے ہیں کہ قاری اُن مناظر میں داخل ہو جاتا ہے، اُنہیں محسوس کرتا ہے، اُن میں سانس لیتا ہے۔ پیرل کی شاعری سے فطرت کی گہرائی، جزئیات، اور معنویت کا جو اظہار ہوتا ہے، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ فطرت کے سچے عاشق اور

باریک بین مشاہدہ کار ہیں۔ ان کی فطرت نگاری نہ صرف حقیقی اور اصل ہے بلکہ معیاری اور اثر انگیز بھی ہے۔ اُن کے اشعار میں موجود تشبیہات، استعارات، اور الفاظ کا چناؤ اس قدر موزوں اور دلنشین ہے کہ ہر منظر ایک تصویری فریم بن کر سامنے آتا ہے۔

پیرل کی غزلیں یوں محسوس ہوتی ہیں جیسے کسی قصہ گو کے لبوں سے نکلنے والی داستانیں ہوں۔ وہ قاری کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بلوچستان کی بہار میں لیے پھرتے ہیں؛ ایک ایک منظر دکھاتے ہیں، ہر پھول کی خوشبو سناتے ہیں، اور ہر رنگ سے رنگین کر دیتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں فقط گل پاشی نہیں، بلکہ محبت، والہانہ پن، اور تخیل کی پرواز بھی شامل ہے۔ بعض غزلیں تو اس قدر مکمل فطرت نگاری پر مبنی ہوتی ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے شاعر نے صرف بہار، گلستان، اور سرزمین بلوچستان کے مناظر کو شعری قالب میں سمیٹنے کے لیے قلم اٹھایا ہو۔ پیرل بہار کو صرف دیکھتے نہیں، بلکہ اُس میں جیتے ہیں، اور یہی زندگی اُن کی شاعری میں منتقل ہو جاتی ہے۔

پیرل کی ایک غزل میں باغ کا منظر اس خوبصورتی سے بیان ہوا ہے کہ قاری محسوس کرتا ہے جیسے وہ خود اُس باغ میں موجود ہو جہاں ہر شاخ جھوم رہی ہو، ہر کلی مسکرا رہی ہو، اور ہر پرندہ نغمہ سرا ہو۔ پیرل کی غزلوں میں بلوچستان کی بہاروں کی پوری وسعت، رعنائی، اور جمال منظوم ہو چکے ہیں۔

پیرل زبیرانی، بلاشبہ، براہوئی شاعری میں منظر نگاری کا امام (15) فطرت کا سچا ترجمان ہے جس نے اپنی غزلوں کو فطرت کی خوشبو، رنگ اور زندگی سے بھر کر براہوئی ادب کو جمالیاتی عظمت عطا کی ہے:

ہتم بش کرے پھل گل ءِ باغ ٹی — بوکان خنن سُنبل ءِ باغ ٹی
گُدے تن سُرفے تہو صحب انا — نن ام کان ہُرن زیبل ءِ باغ ٹی
دَسے پھر پُرِیکانہ شولا ہِنا — کہ ہَر جوءِ جُوول ءِ باغ ٹی
امر ڈُب ارے یات ٹی رب انا — ہُر نبوبہ کان پیرل ءِ باغ ٹی (16)

پیرل زبیرانی کی یہ غزل اپنی نوعیت میں بے مثال ہے۔ وہ شاعر جس نے غزل جیسے سخت اور محدود صنف میں باغ، بہار، پھول، پرندے، تتلیاں اور فطرت کے ہر پہلو کو اس قدر مکمل اور دلنشین انداز میں منظوم کیا، وہ بجا طور پر براہوئی شاعری کا منظر نگارِ اعظم کہلانے کا حق دار ہے۔ ان کی شاعری میں نہ صرف ایک شاعرانہ لطافت اور فکری گہرائی موجود ہے بلکہ وہ فطرت کی ہر جزئیات کو اس شدت اور محبت سے بیان کرتے ہیں جیسے وہ اُن کے جسم و جان کا حصہ ہوں۔ یہ فطری مشاہدہ اور قلبی وابستگی اتفاقی نہیں بلکہ پیرل کی خانہ بدوشانہ زندگی کا ثمر ہے۔ دشت، پہاڑ، میدان، گل لالہ کے جنگلات، باغات، اور بہار کی پر رنگ و پر نور صبحیں اُن کے بچپن کی آنکھوں کے سامنے گزری ہیں۔ وہ سردیوں میں میدانی علاقوں (کچھی) اور گرمیوں میں اپنے پہاڑی وطن کی جانب کوچ کرتے تھے۔ یہی خانہ بدوشی، جو براہوئی ثقافت کا طرۂ امتیاز ہے، پیرل کو فطرت کے بے حد قریب لے آئی۔ یہی قربت بعد ازاں اُن کے شعری اسلوب کا بنیادی حوالہ بن گئی۔

پیرل فطرت کے حسن کو صرف ظاہری سطح پر نہیں دیکھتے بلکہ گہرائی میں اتر کر، احساس و وجدان کی تہہ میں جا کر اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ فطرت کو مشاہدہ، تجربہ، یاد، محبت، اور روحانیت کے امتزاج سے منظوم کرتے ہیں۔ اُن کے اشعار میں فطرت نگاری اور منظر کشی کے جتنے رنگ، پرت اور جہتیں موجود ہیں، وہ براہوئی شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ جس شوق، محویت اور باریکی سے پھول کے رنگ، تتلی کی جنبش، پرندوں کی چہچہاہٹ اور باغ کی خوشبو کو لفظوں میں ڈھالتے ہیں، وہ نہ صرف ادبی بصیرت کا مظہر ہے بلکہ جمالیاتی کمال کا بھی شاہکار ہے۔

موسمی تبدیلیوں اور بارشوں کی کمی کے باعث آج بلوچستان کی بہار پہلے جیسے نہ رہی، لیکن پیرل کی شاعری اُس گمشدہ بہار کا فکری اور جمالیاتی ریکارڈ

ہے۔اُن کی غزلیں اس سرزمین کے پرانے حسن کی تصویری البم کی مانند ہیں، جن میں ہر تصویر ایک اشعار میں بسی ہوئی یاد ہے۔ان کی شاعری درحقیقت بلوچستان کی بہاروں کی تاریخ اور روح ہے، جو براہوئی زبان میں محفوظ ہوگئی ہے۔

پیرل نے براہوئی شاعری میں فطرت کی جن رنگین، مکمل اور حقیقی تصویروں کو پیش کیا ہے، وہ محض لفظوں کی بازیگری نہیں بلکہ مشاہدے کا کمال، زبان پر قدرت، اور داخلی جذبے کی صداقت کا نتیجہ ہے۔اُن کی غزلیں اس قدر خالص براہوئی لفظیات اور روایتی شعری آہنگ سے مزین ہیں کہ وہ براہوئی فطرت نگاری کا دائمی حوالہ بن چکی ہیں۔ پیرل کی یہ غزل بلاشبہ منظر نگاری، تخیل، اور فطرت سے عشق کا جیتا جاگتا شاہکار ہے— اور براہوئی ادب میں ہمیشہ زندہ رہنے والی شاعری کا درجہ رکھتی ہے:

وطن نا کنادے ہتم توہوارے — نن اوناپُدینے عجب کیف دارے
مَلاخنتے گواڑخ دترنا خڑینکٹ — ارے سینہ ٹھَپ اُستان داغدارے
دوی سیسو آتا متوبندباءٹی — ہُرک دانگ اینگ عاشقاتن توارے
زمین وزمان کیف اٹی بُڈّ ہِنانے — ارے مَست بے سُد کیفان خمارے
تلان نودنا شَنزہ شولیک دم دم — ہتم ساہ شاغا کہوکاڈغارے
ہتم نانداره ءِ نُماہیس مونان — ہمے پیرل ءِ شعرناتن توارے (17)

پیرل زبیرانی دراصل ایک مصور شاعر ہیں ایسے شاعر جنہوں نے فطرت کے مناظر، انسانی جذبات، موسموں کے رنگ اور معاشرتی کیفیات کو منظوم کر کے تصویر میں بدل دیا ہے۔ان کی شاعری کا ہر موضوع فقط الفاظ کا تسلسل نہیں بلکہ ایک جمالیاتی تجربہ ہے، ایک احساس کی تصویر ہے۔ وہ کسی بھی کیفیت یا واقعے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری صرف اسے پڑھتا نہیں بلکہ محسوس کرتا ہے، دیکھتا ہے، اور جیتا ہے۔

اسی شعری فنکاری اور مشاہداتی مہارت کا مظاہرہ پیرل نے اپنے ہم عصر اور دوست شاعر حکیم خدائے رحیم کی وفات پر لکھے گئے مرثیے میں کیا ہے۔ یہ صرف ایک مرثیہ نہیں بلکہ فطرت، ماحول، اور دوستوں کے دلوں میں اُتر آنے والی اداسی کا مشترکہ اظہار ہے۔ پیرل نے دکھ، غم اور جذبات کی شدت کو فطرت کے مناظر، بہار کی خاموشی، فضاؤں کی سستی اور پھولوں کی پژمردگی کے ذریعے اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ اشعار براہِ راست دل پر اثر کرتے ہیں۔ مرثیے کے اشعار میں صرف انسانی سوگوار فضا نہیں بلکہ سارا ماحول سوگوار دکھائی دیتا ہے۔ بہار جو ہمیشہ پیرل کی شاعری میں رنگ، خوشبو اور زندگی کی علامت رہی ہے، یہاں خاموش، افسردہ اور گم سم دکھائی دیتی ہے۔ پھول کھلنے سے انکار کر رہے ہیں، تتلیاں اُڑنے سے اجتناب کر رہی ہیں، اور فضائیں خالی و بے رونق محسوس ہوتی ہیں۔ گویا خدائے رحیم کی وفات صرف ایک انسان کا نہ رہنا نہیں بلکہ فطرت کا بھی ماتم ہے۔اس مرثیے میں پیرل کی فطرت نگاری ایک نیا رخ اختیار کرتی ہے—یہاں فطرت خوشی و رنگ کی نہیں، بلکہ دکھ اور خلا کی ترجمان ہے۔ پیرل نے مرثیہ نگاری کے اس اسلوب کو ایک نیا زاویہ دیا ہے، اور اسے محض روایتی رنج و الم سے نکال کر حسیاتی اور منظر نامہاتی قالب میں پیش کیا ہے۔

یہ مرثیہ پیرل کی شعری بصیرت، فکری گہرائی، اور ادبی جمالیات کا منہ بولتا ثبوت ہے، اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف فطرت کا شاعر نہیں بلکہ احساسات کا معمار، مناظر کا مصور، اور جذبات کا ترجمان ہے۔ مرثیے کہ چند اشعار یوں ہیں:

ہے ہے درے ننے آن اے یار مہروانا
درداتہ موت شولاشاہائے کم توانا

نرگس ناخنک پستو حیران داغم آن او
داغا کو گواڑ خاتا سہ سینہ اُست وجانا
نوداک ہوغرہ داشولیرہ خنک اوتا
خیسُن خڑینک ہَر دم دڑدان نا گُمانا
نیلو پر اک نیلی سوگی گُداتے ہلکُر
مون شیف مون اوتا دوتن خلیرہ زانا
ہے ہے حکیم الِاکُل سنگت آتے داڑے
سَرہَلک مون خدا اغامَس خن تاروانا(18)

پیرل زبیرانی کی شاعری جہاں فطرت کے رنگ، بہار کے مناظر اور منظر کشی کے کمالات سے مزین ہے، وہیں ان کی شاعری کا ایک نمایاں اور بامعنی پہلو عرفانِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ بھی ہے۔ پیرل کی شاعری صرف زمین کے مناظر تک محدود نہیں، بلکہ ان کی نگاہ عرش کی رفعتوں اور لوح و قلم کی حقیقتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ پیرل کا دل عشقِ رسول ﷺ کی روشنی سے منور تھا۔ اُن کی نعتیہ شاعری صرف رسمی مدح نہیں بلکہ محبت، احترام، اور خلوص کے چشمۂ صافی سے نکلی ہوئی لگتی ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو کائنات کی تخلیق کا سبب مانتے ہیں اور اس نظریے کو نہایت محبت اور فکری لطافت کے ساتھ اپنی نعتوں میں پیش کرتے ہیں۔

پیرل کی ایک نعت میں وہ کائنات کی تخلیق کے مناظر کو نبی کریم ﷺ کی نسبت سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری نہ صرف عقیدت میں ڈوب جاتا ہے بلکہ تخیل اور جمالیاتی سرشاری کی کیفیت میں بھی چلا جاتا ہے۔ پیرل کی نعتوں میں عقیدت و احترام کے ساتھ ساتھ جمالیاتی توازن، شعری حسن، اور فکری گہرائی بھی ملتی ہے۔ اُن کا عشقِ رسول ﷺ جذباتی وابستگی سے بڑھ کر ادبی پختگی اور فکری وسعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات کو رحمتِ کائنات، محورِ تخلیق اور محبتِ الٰہی کا مظہر سمجھتے ہیں، اور اسی احساس کو بڑی لطافت اور وقار سے نظم کرتے ہیں۔ پیرل زبیرانی کی نعتیہ شاعری براہوئی زبان کے نعتیہ ادب میں ایک نایاب اور روشن مثال ہے، جو روحانیت، عشق، ادب، اور جمال کا حسین امتزاج ہے:

ودی مُسُس نی ودی مس جہاں	گُڑا مس خدا نا خدائی عیاں
فرشاک ام آسمان وزمیں	ودی مُتُّونا نور انا چشمہ غاں
ودی مس بلبل وا عشق اٹی	خنا پھلّ ٹی دروشم ءِ نا عیاں
ودی مس دھرتی خل و مَش تیتوں	ودی سور دریاب مس ناپنا (19)

پیرل زبیرانی نے نعتیہ شاعری کو صرف مدحِ رسول ﷺ تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک فکری اور جمالیاتی منظر نامہ میں ڈھالا۔ ان کی ایک نعت میں وہ سرزمینِ عرب کی آمدِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل کی ویرانی اور بعد از آمد کی بہار انگیزی کو یوں بیان کرتے ہیں کہ گویا ایک ویرانہ گلزار میں بدل گیا ہو۔ اس نعت میں شاعر بیان کرتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی آمد سے قبل عرب کی زمین سنگدل، خشک، بے نور، اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نہ وہاں انسانیت کے چراغ تھے، نہ اخلاق کے پھول، نہ روحانی روشنی کی کوئی رمق۔ لیکن جیسے ہی آمدِ مصطفیٰ ﷺ ہوئی، تو وہی زمین گلزار بن گئی، وہی صحرا نخلستانوں میں بدل گئے، اور فضا میں محبت، علم، ہدایت، اور نورانیت کے رنگ بکھر گئے۔

پیرل کا یہ تصور صرف شاعر کا وجدانی احساس نہیں بلکہ عقیدے کی فکری ترجمانی بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی آمد نہ ہوتی، تو نہ یہ زمین ہوتی، نہ آسمان، نہ چاند و سورج، نہ فطرت کے حسین مناظر سب کچھ آپ ﷺ کے صدقے میں تخلیق ہوا۔ وہ کائنات کی ہر شے کو ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ مربوط دیکھتے ہیں اور اس حقیقت کو بڑے جمالیاتی انداز میں نعتیہ پیرائے میں بیان کرتے ہیں:

پیرل کے اس کلام میں عشقِ رسول ﷺ، عرفانِ ربانی اور فطرت کی شعری ترجمانی کا ایسا حسین امتزاج ہے جو براہوئی ادب میں کم ہی نظر آتا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں عشق و ادب کے موتی اس طرح پروتے ہیں کہ ہر شعر روح کو جِلا بخشتا ہے اور دل کو سجدے کی حالت میں لے جاتا ہے۔ ان کی یہ نعت محض عقیدت نہیں بلکہ روحانی منظر کشی اور فکری عمق کا دل آویز نمونہ ہے، جو نعتیہ شاعری کو ایک نئے شعری اُفق پر لے جاتی ہے۔ پیرل نے براہوئی زبان میں عشقِ رسول ﷺ کو دل، زمین، فضا، اور کائنات کے ساتھ ایسا مربوط کیا ہے کہ ان کا نعتیہ کلام تاریخ، عقیدت، اور ادب کا سنگم بن کر سامنے آتا ہے:

نئے گہوشاک ہتم ناہنین اسُرہ   ونئے گند ہنین اسّکہ پُھلنا
نہ نوداک کوہان خَلوک اَسُّرہ   نہ ہُورہاک غُونبارہ بشّام نا
نہ چشمہ ناچُکل نہ کانی وَجو   نمونہ جہان اس بیوان نا
دوناوخت ائی صحب تمّاھِنا   کہ دے ٹِک اول تِس بَجانّگہ نا
خدا اِتس خدائی ئے تینا نشاں   کرے نے ودی ہیس داجاگہ غا
اگر نُور ناکَتّوک روشنی   خدائی نامَسّک خدا پاک نا
نہ مَسّک سہیل و ہتم نازماں   دَسیکہ نہ پِھر نودو بشام نا
نہ مَشتا قطاراک دامَسُّرہ   ہنینا تہونئے کہ سَر صاف نا
دوچاپیِ گروکاک نئے خَلکُرہ   نہ غُونبارہ داہُورہ غاک ہَر دما
نہ غُٹیک باہ مَسُّرہ پُھلنا   نہ پُھل بَسّکہ باغٹی زند نا
خُدا دو جہاں تن پِنٹ ناکرے   قسم کُنگ خدا پاک لولاک نا   (20)

پیرل زبیرانی کی شاعری محض الفاظ کا فن نہیں بلکہ ایک عقیدت مند دل کی دھڑکن اور فطرت سے معمور آنکھوں کا مشاہدہ ہے۔ وہ بلاشبہ فطرت کا شاعر ہے، لیکن اس کی فطرت نگاری محض مناظرِ قدرت کی سطحی تصویر کشی نہیں بلکہ ایک روحانی تجربہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیرل کی نعتیہ اور حمدیہ شاعری بھی فطرت کے رنگ و نور سے لبریز نظر آتی ہے۔ پیرل کے نزدیک کائنات کی ہر شے —بہار، سبزہ، پھول، پتے، درخت، پرندے، ہوائیں اور بارشیں—سب اللہ کے ذکر اور رسولِ کریم ﷺ کی ثنا میں مصروف ہیں۔

اس کی نعتوں میں محبتِ رسول ﷺ فقط زبان سے نہیں، بلکہ ہر ذرے کی آواز میں جھلکتی ہے۔ وہ پھولوں میں عشق دیکھتا ہے، پرندوں کے چہچہاہٹ میں درود کی بازگشت سنتا ہے، اور بہار کے رنگوں میں درِ مصطفیٰ ﷺ کی جستجو محسوس کرتا ہے۔ پیرل کی شاعری میں عشقِ رسول ﷺ کوئی الگ موضوع نہیں بلکہ فطرت کی رگوں میں دوڑتا ایک احساس ہے، جو اُس کے ہر شعر میں کسی نہ کسی صورت ظاہر ہو جاتا ہے۔ پیرل کے نعتیہ اشعار میں ایسی گہرائی، سچائی، اور جمالیاتی لطافت موجود ہے کہ قاری اُس عشق کو صرف پڑھتا نہیں بلکہ محسوس کرتا ہے، سانسوں میں بسا لیتا ہے۔ اُس کی شاعری ہمیں بتاتی ہے کہ جب دل عشق سے لبریز ہو، اور آنکھ فطرت کی رنگینی دیکھنے والی ہو، تو ہر شے عاشقِ رسول ﷺ دکھائی دیتی

ہے:

دا پھلاک پارہ محمد نبیؐ	دا درختاک پارہ محمد نبیؐ
دا زامُر تا وَلّا کو دَر نگاتیا	والُڈیرہ پارہ محمد نبیؐ
داٹالی وکیت آتا ہَرپَن پَن	عجب خوش ءُپارہ محمد نبیؐ
دا گھوشاک ہتم نادما صحبنا	جُلہو کیرہ پارہ محمد نبیؐ
دا گوارخ ناغُٹیک مَش تا تلان	او مخیسہ پارہ محمد نبیؐ
دا چُکا تا غلغل ہتم نادما	شاہ کیرہ پارہ محمد نبیؐ (21)

اگرچہ پیرل زبیرانی کی شاعری میں بہار بنیادی موضوع کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اُن کے ہاں فطرت نگاری صرف موسمی حسن کی مرہونِ منت نہیں ہے، بلکہ وہ قدرت کے ہر لمحے اور ہر تبدیلی کو شاعرانہ تخیل سے سجاتے ہیں۔ اُن کی غزلیں نہ صرف بہار کی رعنائیوں کا پتا دیتی ہیں بلکہ خزاں کی ویرانی، سردیوں کی ٹھنڈک، صبح کی تازگی، شام کی دھندلاہٹ، چلتن کے مناظر، دشت کی وسعت اور بارش و برفباری جیسے مناظر بھی اُسی شاعرانہ حساسیت سے پیش کیے گئے ہیں۔

پیرل کے ہاں صبح کا منظر ہو تو وہ محض سورج کے طلوع ہونے کا بیان نہیں ہوتا، بلکہ ایک روحانی بیداری، پرندوں کی نغمگی، ہوا کی تازگی اور سرزمین کی بیدار فطرت کو مجتمع کر کے ایک منظوم تصویر بن جاتا ہے۔ اُن کی ایک غزل میں صبح کے مناظر کو کچھ اس طرح سے پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو لگتا ہے جیسے وہ خود پہاڑ کی کسی ڈھلوان پر کھڑا ہو، نرم دھوپ کو محسوس کر رہا ہو اور پرندوں کی آواز میں فطرت کی تسبیح سن رہا ہو۔ یہی ہمہ گیر منظر کشی پیرل کو ایک ایسے فطرت نگار کے طور پر پیش کرتی ہے جو کسی ایک منظر، موسم یا جذبے تک محدود نہیں رہتا۔ وہ کلی کی ہنسی سے لے کر پتے کے زرد ہونے تک، بادل کے سایے سے لے کر دشت کی تنہائی تک ہر پہلو کو شعری پیکر عطا کرتا ہے:

شوقنا لگّہ چِراغس وختئی سرشام نا
نن انادے بس وختے صحب سَر گربام نا
زندگی بَش مَس بُرزاکا ٹے تینا کرے
سوب مونا بس تینٹ باٹغا ہر گام نا
سیہ تہاری مرُنُزّا روشنائی بس ھِنا
خیسُنا دستار توں دے بس کُٹّان شام نا (22)

پہاڑوں میں اندھیری رات اور آسمان پر چھائے بادلوں کا منظر بھی کتنی خوبصورتی سے منظوم کیا ہے:

گام خل اک رُنگ ءُ کھنڈے ہُپہ نی
شام گُگ ءِ جھمری ئے آسمان (23)

پیرل زبیرانی کی شاعری فطرت کے تمام رنگوں کی گواہی دیتی ہے۔ اگرچہ وہ بہار کا شاعر مانا جاتا ہے، لیکن اس کی شاعری میں سردیوں کے مناظر بھی پوری شدت اور حقیقت کے ساتھ نمایاں ہیں۔ وہ نہ صرف بہار کی خوشبوؤں اور رنگوں کا شاعر ہے، بلکہ سردیوں کی کرختگی، ٹھنڈ، برف، اور ویرانی کا شاعر بھی ہے۔ اُس نے براہوئیوں کی صدیوں پر محیط موسمی ہجرت — جو سندھ کی گرم ہواؤں اور قلات کے برفیلے موسم کے درمیان

ہوتی رہی ہے کو اپنی شاعری میں نہایت شاعرانہ سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔
پیرل کی غزلوں میں سردیوں کی آمد کا ذکر بھی ایک ثقافتی اور زمینی سچائی کے طور پر آتا ہے، جہاں پہاڑوں پر برفباری، سخت ہوائیں، سنّاٹے، ویران دشت، اور جلتے الاؤ کی گرمی سب کچھ نہایت خوبصورتی سے منظوم کیا گیا ہے۔ وہ قاری کو یہ مناظر صرف دکھاتا نہیں بلکہ محسوس کراتا ہے۔ اُس کی غزل میں سردیوں کے مناظر محض فطری مظاہر نہیں بلکہ انسان کی بقا، مزاحمت، اور زندگی کے تسلسل کی علامت بن کر سامنے آتے ہیں:

لیوبامباتا سلوکے سیل بَسّک کاٹما
برف وبخ پھر دَسوکے سیل بَسّک کاٹما
چار کُنڈا تالان مہونا جھمرا کوتَل تَلا
اُست پٹّو کا گروکے سیل بَسّک کاٹما
ہَنپ لڈے مُوڑیء مون شیف مُستی مزلا
خلق بولان اٹ ہِنوکے سیل بَسّک کاٹما
گولوی گوکتو کرے بس ہیں خوشی ناخبر
خلق کچھی آہِنوکے سیل بَسّک کاٹما(24)

پیرل زبیرانی کی شاعری صرف بہار کی خوشبوؤں، پھولوں کی مہکار، اور گلستان کی رنگینیوں کا مرقع نہیں بلکہ وہ سرما کے سخت موسم، خزاں کی بے رنگی، اور دھرتی کی ویرانی کو بھی اتنی ہی فنکاری اور جذبے کے ساتھ منظوم کرتے ہیں۔ اُن کی غزلوں میں سردیوں کے بے رنگ مناظر، ٹھٹھرتی ہوا، ویران دشت، درختوں کی بے برگ شاخیں، اور نارسائی کی فضا ایسے بیان ہوتے ہیں کہ قاری کے سامنے یہ سب تصویر کی طرح نمایاں ہو جاتے ہیں۔
پیرل کے ہاں فطرت کی عکاسی استعارے، تشبیہات، اور علامات کے ذریعے ہوتی ہے۔ وہ لفظوں کے چُناؤ، ساخت، اور جگہ کے استعمال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کی ہر غزل میں ایک نقاشِ فطرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ جس طرح بہار کی جزئیات کو پھول کی پنکھڑیوں کی طرح کھولتے ہیں، اسی باریکی اور لطافت سے سردی کی کرختی، فضا کی خامشی، خزاں کی پژمردگی اور دھرتی کی ویرانی کو بھی منظوم کرتے ہیں۔
پیرل کے ہاں موسمی تبدیلیاں صرف قدرتی مظاہر نہیں بلکہ زندگی کی علامتیں بھی ہیں۔ اُن کے اشعار ہمیں یہ دھرتی، اس کے موسم، اور اس کے باسیوں کی ثقافتی، جذباتی اور حسیاتی زندگی کا گہرا شعور دیتے ہیں۔ یہ وہی شعور ہے جو براہوئی قوم کی خانہ بدوشی، سردی اور گرمی کے بیچ کی زندگی، اور فطرت سے رشتہ داری کا عکاس ہے۔ پیرل کی غزلوں میں اگر بہار ایک جشن کا پیغام ہے، تو سردیاں ایک درون بینی، سکوت، اور تلخ حقیقت کا چہرہ ہیں۔ یہی توازن پیرل کو محض فطرت نگار نہیں بلکہ سچّے زمین زاد شاعر کا درجہ دیتا ہے، جس نے اپنے ماحول، دھرتی، اور ثقافت کو خلوص، سچائی، اور شاعرانہ جمال کے ساتھ پیش کیا ہے:

تہو بخ وگور بیچ برفے پھرے	گدان بے گلی باوبے پیدرے
ارے پھل ونئے خرسی ناپنِء	لِغڑ کوچہء درخت بے بیرے
نہ سرصحب تون چک ناچڑچڑے	ونئے گکو آتا ہے قہقہئے
نہ زیبا کو بازارٹی دوں پہ دوں	نہ بازار ونئے شہرٹی دم دے

نہ گُوگُوکپوتا کوحق ہُواٹی　　نہ سرمَست مَستی ہموتا ارے
ارے طوطکی تا جہس نئے جُلہو　　پُلا سیل ہَلک او فنا غلغلے
بہ پیرل سَلِن نن خدانا درا　　نوامہرس اودے ننے آبرے(25)

کوئٹہ کے مغرب میں واقع چلتن پہاڑ صرف جغرافیائی بلندی کا نام نہیں بلکہ براہوئی شعری ورثے اور لوک روایت کا ایک لازوال استعارہ ہے۔ صدیوں سے براہوئی خانہ بدوش اس پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوتے، وہاں اپنی زندگی گزارتے، شکار کرتے اور قدرت کے حسن میں مدہوش ہوتے۔ یہی مناظر ان کے لوک گیتوں، داستانوں، اور شعری اظہار کا حصہ بنے۔ براہوئی لوک ادب ہو یا جدید شاعری، چلتن کا تذکرہ فطرت، وطن، ماضی کی رومانیت، اور جمالیاتی احساس کے سیاق میں ملتا ہے۔ اس کی بلندیاں، جنگلی حیات (مارخور، ہرن، چکور)، گھنے درخت، بادلوں کی گرج، بارش اور برف باری، سب پیرل جیسے شاعروں کی نگاہِ لطیف کا مرکز رہے ہیں۔

پیرل زبیرانی نے چلتن کی جس شدت سے منظر کشی کی ہے، وہ محض بیان نہیں بلکہ محسوسات کی منتقلی ہے۔ وہ صرف پہاڑ کی بلندی نہیں دکھاتے بلکہ وہاں کی زندگی، رونق، فطری ہم آہنگی، اور موسمی تغیرات کی تصویریں کھینچتے ہیں۔ اُن کے اشعار میں چلتن ایک جیتا جاگتا منظر ہے—ایسا منظر جس میں قاری خود کو ایک پُر بہار دن میں چلتن کی گود میں بیٹھا محسوس کرتا ہے۔ بدقسمتی سے آج وہ بہاریں، وہ سبزہ، وہ ہریالی اور وہ قدرتی گہما گہمی کم ہوتی جارہی ہے جو تین چار دہائی قبل چلتن کا طرۂ امتیاز تھی۔ تاہم، پیرل کی غزلیں ان حسین دنوں کا دستاویزی ذخیرہ بن چکی ہیں، جو آنے والی نسلوں کے لیے چلتن کی اصل روح، اس کی خوبصورتی اور براہوئی طرزِ زیست کا عکس محفوظ رکھتی ہیں:

کوٹ و قلعہ او تلار چلتن دا شال نا
نی نگہوانیکہ دانا جھک سلوک اُس نت تیا
کیرغان ہَر درنگ نا شیر مَر داک تُو سُنو
بَسنو نا سیل کَن ہَر ڈولنا ورناک چا
چُھر وشیلہ خل خلاں ناپاش ارے پِن شالنا
نی سہیسہ شال کَن وابرف روہو سینہ غا
نی امر ہوشا دریس اے وختوزاری اے دے
وختس ام ہوشا ہَتیسہ دے تہ اے نی مُستنا
پیرل ئِ حیراں کرے ناگُنگ بے بائی درے
انت کَن حیراں ہَبکہ دُن سلوک اُس بے سما(26)

ماحصل

براہوئی شاعری میں فطرت نگاری کی روایت اگرچہ لوک شاعری کے ابتدائی دور سے موجود رہی ہے، تاہم فطرت کے جمالیاتی اور شعوری بیان کو جس فنی پختگی، جزئیاتی گہرائی اور تسلسل کے ساتھ پیرل زبیرانی نے منظوم کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پیرل کی شاعری میں فطرت ایک جیتی جاگتی حقیقت کے طور پر ابھرتی ہے جو صرف جمالیاتی احساسات کا مظہر نہیں بلکہ دھرتی سے عشق، قومی شعور، اور ثقافتی وابستگی کا گہرا اظہار بھی ہے۔

پیرل براہوئی شاعری میں شعوری فطرت نگاری کا باقاعدہ آغاز کرنے والے شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اُن کی غزلوں اور نظموں میں بہار کا

حسن، سردی کی ویرانی، چلتن کی عظمت، دشت کی وسعت، عرب کی خاک، بارش، برفباری، بادل، پرندے، گل لالہ، اور صبح وشام کی تبدیلیاں نہایت خالص براہوئی شعری اسلوب میں پیش کی گئی ہیں۔ اُن کے ہاں لفظ صرف زبان کا آلہ نہیں بلکہ منظر تخلیق کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری پڑھتے ہوئے قاری خود کو ان مناظر کے درمیان محسوس کرتا ہے۔ پیرل کی غزلیں براہوئی شاعری میں فطرت نگاری کے شاہکار کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ اُن کی نظموں میں منظر نگاری اور شاعرانہ تخیل مزید وسعت اور گہرائی اختیار کر لیتا ہے۔ وہ بہار کے بے مثال مصور ہیں، مگر اُن کی فطرت نگاری صرف بہار تک محدود نہیں بلکہ پوری دھرتی اور اس کے موسموں کا نچوڑ ہے۔ اُن کی شاعری دراصل بلوچستان کی سرزمین کا منظوم البم ہے، جو اس کے ماضی، حال اور فطری رنگوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

پیرل کی شاعری براہوئی زبان اور ادب کا قیمتی اثاثہ ہے۔ ان کی فطرت نگاری اور منظر کشی نے براہوئی غزل اور نظم کو ایک نئی فکری اور جمالیاتی سمت عطا کی ہے۔ اُن کی شاعری میں جو اخلاص، خلوص، اور مقامی رنگ جھلکتا ہے، وہ براہوئی شعری روایت کا فخر اور سرمایہ ہے۔ لہٰذا پیرل کی فطرت نگاری اور منظر کشی کے فن کو تحقیقی، تنقیدی، موازناتی اور فنی سطح پر مفصل طور پر جانچنے اور اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ ان کے فن اور اسلوب کو نہ صرف براہوئی بلکہ عالمی فطرت نگاری کی روایت میں بھی قابلِ شناخت مقام دیا جا سکے۔ بلاشبہ پیرل براہوئی شاعری میں منظر نگاری کا امام اور فطرت کا سب سے بڑا مصور ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:4
2۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:9
3۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:186-190
4۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:181-183
5۔ لانگو، نبی داد، رئیس (مرتب)، "گلدستہ"، 1971، کوئٹہ: براہوئی ادبی اکیڈمی، ص:50
6۔ سرپرّہ، حفیظ، "براہوئی پُوسکنا شاعری تی ندارہ کشی"، 1918، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ص:95
7۔ زیرانی، پیرل، پیر محمد، "بُنجڑو"، 1994، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:74-75
8۔ زیرانی، پیرل، پیر محمد، "اُست ناہکل"، 1994، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:3
9۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:3
10۔ زیرانی، پیرل، پیر محمد، "اُست ناہکل"، 1994، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:27-28
11۔ زیرانی، پیرل، پیر محمد، "اُست ناہکل"، 1994، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:106-107
12۔ زیرانی، پیرل، پیر محمد، "اُست ناہکل"، 1994، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:114-115
13۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:111-112
14۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:149-150
15۔ سرپرّہ، حفیظ، "براہوئی پُوسکنا شاعری تی ندارہ کشی"، 1918، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، ص:111
16۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:184-185
17۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، "مبھل وپت"، 2005، کوئٹہ: براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:191-193

18۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، ”پھُل وپِت“، 2005، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:214-215
19۔ زبیرانی، پیرل، پیر محمد، ”تجلی“، 1996، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:121
20۔ زبیرانی، پیرل، پیر محمد، ”تجلی“، 1996، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:73-76
21۔ زبیرانی، پیرل، پیر محمد، ”تجلی“، 1996، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:114
22۔ زبیرانی، پیرل، پیر محمد، ”اُست ناہکل“، 1994، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:28-29
23۔ زبیرانی، پیرل، پیر محمد، ”اُست ناہکل“، 1994، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:48
24۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، ”پھُل وپِت“، 2005، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:166-168
25۔ شاد، علی احمد، ڈاکٹر (مرتب)، ”پھُل وپِت“، 2005، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:172-173
26۔ بیرانی، پیرل، پیر محمد، ”بُخچڑو“، 1994، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، ص:7-10

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P:4
2. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P:9
3. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P:186-190
4. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P:181-183
5. Langau, Nabi dad Raees (Compiled), ‘Gul Dasta’, Brahui Adabi Academy, P 50
6. Sarparra, Hafeez, ‘Brahui Shairi ti Nadar kashi’, 2018, Brahui Academy Quetta, P:95
7. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Bukhchuroo, 1994, Brahui Academy Quetta, P:74-75
8. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Ust ana hakkal’, 1994, Brahui Academy Quetta, P: 3
9. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P: 177-178
10. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Ust ana hakkal’, 1994, Brahui Academy Quetta, P: 27-28
11. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Ust ana hakkal’,1994, Brahui Academy Quetta, P:106-07
12. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Ust ana hakkal’, 1994, Brahui Academy Quetta, P:114-15
13. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P: 111-112
14. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P: 149-150
15. Sarparra, Hafeez, ‘Brahui Shairi ti Nadar kashi’, 2018, Brahui Academy Quetta, P: 111
16. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta. P: 184-185
17. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta. P: 191-193
18. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta. P: 214-215
19. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Tajalli’, 1996, Brahui Academy Quetta, P:121
20. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Tajalli’, 1996, Brahui Academy Quetta, P: 73-76
21. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Tajalli’, 1996, Brahui Academy Quetta, P: 114
22. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Ust ana hakkal’, 1994, Brahui Academy Quetta, P: 28-29
23. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Ust ana hakkal’, 1994, Brahui Academy Quetta, P: 48
24. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta, P: 166-168
25. Shad, Ali Ahmed, Dr. (Compiled), ‘Phul o Pit’, 2005, Brahui Academy Quetta,P: 172-173
26. Zubairani, Piral, Pir Muhammad, ‘Bukhchuroo, 1994, Brahui Academy Quetta, P: 7-10